بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

256

سورۃ البقرۃ (۲)

آیت نمبر (80)

﴿وَقَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدَۃً ؕ قُلۡ اَتَّخَذۡتُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ عَہۡدًا فَلَنۡ یُّخۡلِفَ اللّٰہُ عَہۡدَہٗۤ اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۰﴾﴾

م س س

(ن-س) مَسًّا: چھونا۔ لاحق ہونا یعنی پہنچنا۔ ﴿وَ لَوۡ کُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ لَاسۡتَکۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَیۡرِ ۚۖ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوۡٓءُ ۚ﴾ (7/الاعراف:188) ''اور اگر میںؐ جانتا ہوتا غیب کو تو کثرت حاصل کرتا بھلائی میں سے اور نہ چھوتی یعنی نہ پہنچتی مجھ کو برائی۔''

مِسَاس: اسم فعل ہے۔ چھو۔ ﴿فَاِنَّ لَکَ فِی الۡحَیٰوۃِ اَنۡ تَقُوۡلَ لَا مِسَاسَ ۪﴾ (20/طٰہٰ:97) ''تو یقیناً تیرے لیے ہے یعنی تیری سزا ہے زندگی میں کہ تو کہے مت چھوؤ۔'' کا

مَسٌّ: اسم ذات ہے۔ چھواہٹ۔ TOUCH۔ ﴿ذُوۡقُوۡا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾﴾ (54/القمر:48) ''تو لوگ چکھو دوزخ کی چھواہٹ یعنی دوزخ کی آنچ۔''

(تفاعل) تَمَاسًّا: ایک دوسرے کو چھونا۔ ﴿فَتَحۡرِیۡرُ رَقَبَۃٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّتَمَآسَّا ؕ﴾ (58/المجادلہ:3) ''تو آزاد کرنا ہے کسی گردن کا اس سے پہلے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو چھوئیں۔''

ترکیب

لَنۡ تَمَسَّنَا کا فاعل اَلنَّارُ ہے۔ اَیَّامًا ظرف ہونے کی وجہ سے نصب میں ہے اور مَعۡدُوۡدَۃً اس کی صفت ہے۔ اَیَّامًا غیر عاقل کی جمع مکسر ہے اس لیے صفت واحد مونث آئی ہے۔ لیکن قرآن مجید میں تین مقامات پر جمع مونث مَعۡدُوۡدَات بھی آئی ہے۔ اَتَّخَذۡتُمۡ میں ہمزۂ استفہام ہے۔ یہ دراصل اَ اِتَّخَذۡتُمۡ تھا۔ افتعال کا ہمزۃ الوصل ما قبل سے ملا کر پڑھنے کے لیے صامت (SILENT) ہوا تو یہ اَ اتَّخَذۡتُمۡ بنا پھر ہمزۃ الوصل لکھنے میں بھی گر گیا۔

ترجمہ

وَقَالُوۡا	لَنۡ تَمَسَّنَا	النَّارُ	اِلَّاۤ	اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدَۃً ؕ
اور ان لوگوں نے کہا	ہرگز نہیں چھوئے گی ہم کو	آگ	مگر	گنے ہوئے چند دن

قُلۡ	اَتَّخَذۡتُمۡ	عِنۡدَ اللّٰہِ	عَہۡدًا	فَلَنۡ یُّخۡلِفَ اللّٰہُ
آپؐ کہیے	کیا تم لوگوں نے لیا	اللہ کے پاس	کوئی وعدہ	تو اللہ خلاف نہیں کرے گا

عَہۡدَہٗۤ	اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ	عَلَی اللّٰہِ	مَا	لَا تَعۡلَمُوۡنَ
اپنے وعدہ کے	یا تم لوگ کہتے ہو	اللہ پر	وہ جو	تم لوگ نہیں جانتے

نوٹ۔1

یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر وہ دوزخ میں گئے بھی تو کچھ عرصہ بعد وہاں سے نکال کر ان کو جنت میں داخل کردیا[256] جائے گا۔ ان کے اس عقیدے کی اس آیت میں تردید کی گئی ہے اور اسے اللہ پر جھوٹ قرار دیا گیا ہے۔ عَلَى اللّٰهِ کا مطلب یہی ہے۔ دوسری طرف ہمارا بھی ہو بہو یہی عقیدہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر ہمارا عقیدہ درست ہے تو یہودیوں کا عقیدہ کیوں غلط ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے پہلے اپنا عقیدہ سمجھ لیں۔

ہمارے عقیدے کی اصل بنیاد احادیث ہیں۔ ان میں ایک طویل حدیث آیت نمبر۔(17/ بنی اسرائیل:79) کی تفسیر میں ابن کثیر میں منقول ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مرتبہ اجازت ملے گی اور ہر مرتبہ آپؐ اپنے کچھ امتیوں کو دوزخ سے نکال کر لائیں گے۔ تیسری مرتبہ نکالنے کے بعد فرمائیں گے کہ اب تو وہاں پر وہی لوگ رہ گئے ہیں جنہیں قرآن نے روک رکھا ہے۔

اس حدیث میں ہدایت وراہنمائی کے متعدد پہلو ہیں۔ لیکن دو پہلو ہمارے مسئلہ سے براہِ راست متعلق ہیں۔ اوّلاً یہ کہ ہمارا عقیدہ بے بنیاد نہیں ہے بلکہ درست ہے۔ ثانیاً یہ کہ تمام مسلمانوں کو یہ رعایت نہیں ملے گی بلکہ کچھ کو ملے گی۔ کچھ کو قرآن روک لے گا اور کچھ کسی اور وجہ سے ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

یہودیوں کے عقیدے کی سند کا ہمیں علم نہیں ہے۔ لیکن تورات یا موسیٰؑ کے قول میں اگر کوئی ایسی بات تھی تو وہ اس وقت تک کے لیے تھی جب تک شریعت موسوی نافذ تھی۔ اس کے بعد جن یہودیوں نے عیسیٰؑ کا انکار کیا تو وہ مسلمان نہیں رہے بلکہ کافر ہوگئے۔ اس لیے وہ مذکورہ رعایت کے مستحق نہیں رہے اور اب ان کا یہ عقیدہ باطل ہے۔

آیت نمبر (81۔82)

﴿ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٨١﴾ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٨٢﴾ ع ﴾

ترکیب

مَنْ شرطیہ ہے اور مبتداء ہے۔ كَسَبَ سَيِّئَةً جملہ فعلیہ خبر اوّل ہے۔ اَحَاطَتْ کا فاعل خَطِيْٓـئَتُهٗ ہے اور بِهٖ میں ہ کی ضمیر مَنْ کے لیے ہے۔ یہ جملہ فعلیہ مَنْ کی خبر ثانی ہے۔ یہاں تک بیان شرط ہے۔ اس کے آگے فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٨١﴾ جواب شرط ہے جس میں دو جملہ اسمیہ ہیں۔ فَاُولٰٓئِكَ مبتداء اور اَصْحٰبُ النَّارِ خبر ہے۔ هُمْ مبتداء، خٰلِدُوْنَ خبر اور فِيْهَا متعلق خبر ہے۔ اس میں ھَا کی ضمیر اَلنَّار کے لیے ہے۔

ترجمہ

بَلٰى	مَنْ كَسَبَ	سَيِّئَةً	وَّ اَحَاطَتْ	بِهٖ	خَطِيْٓـئَتُهٗ
کیوں نہیں	جس نے کمائی	کوئی برائی	اور احاطہ کیا	اس کا	اس کی خطا نے

فَاُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ	وَالَّذِيْنَ
تو وہ لوگ	آگ والے ہیں	وہ لوگ	اس میں	ہمیشہ رہنے والے ہیں	اور جو لوگ

اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ	هُمْ	فِيْهَا
ایمان لائے	اور عمل کیے بھلے	وہ لوگ	جنت والے ہیں	وہ لوگ	اس میں

256
خٰلِدُوْنَ ع
ہمیشہ رہنے والے ہیں

نوٹ۔1

سَيِّئَةً کے متعلق مفسرین نے مختلف رائے دی ہے۔ابن کثیرؒ نے ان کو نقل کیا ہے۔ابن عباسؓ کی رائے ہے کہ اس سے مراد کفر ہے۔ابوہریرہؓ کی رائے ہے کہ اس سے مراد شرک ہے۔ایک رائے یہ ہے کہ اس سے مراد گناہِ کبیرہ ہے جس پر دوام ہو۔

نوٹ۔2

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ اور آخرت پر ایمان کے ساتھ نبیٔ وقت پر ایمان لائے۔اور عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے مراد وہ اعمال ہیں جو ایسے افراد نے اپنے نبی اور رسول کی شریعت کے مطابق کیے۔واضح رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اگر کوئی اللہ پر، آخرت پر اور انبیاء و رسل پر ایمان رکھتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان نہیں لاتا تو اس کا شمار وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا میں نہیں ہوگا۔اور نہ ہی اس کے نیک اعمال عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ شمار ہوں گے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ خاتم النبیّٖن ہونے کی وجہ سے قیامت تک کے لیے آپؐ ہی نبیٔ وقت ہیں۔

آیت نمبر (2/البقرہ:83)

﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ط ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾﴾

ترکیب

اَخَذْنَا کا فاعل ضمیر نَحْنُ ہے۔مِيْثَاقَ اس کا مفعول اوّل ہے اور بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ میں کلام منفی ہے اور مستثنٰی منہ مذکور نہیں ہے اس لیے لفظ اللہ کا اعراب جملہ کے مطابق ہے یعنی یہ تَعْبُدُوْنَ کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔(دیکھیں آیت:(2/البقرہ:34) کا سبق)۔بِالْوَالِدَيْنِ متعلق فعل مقدم ہے، فعل محذوف ہے اور اِحْسَانًا اس کا مفعول مطلق ہے۔یہ سادہ جملہ اس طرح ہوتا وَاَحْسِنُوْا اِحْسَانًا بِالْوَالِدَيْنِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى ،اور وَالْمَسٰكِيْنِ ، یہ سب بِالْوَالِدَيْنِ کی ب پر عطف ہیں اس لیے حالتِ جر میں ہیں۔قُوْلُوْا فعل امر ہے، لِلنَّاسِ متعلق فعل ہے جبکہ حُسْنًا اسم ذات ہے اور قُوْلُوْا کا مفعول ہے۔ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ میں کلام مثبت ہے اس لیے مستثنٰی قَلِيْلًا نصب میں آیا ہے۔

ترجمہ

وَاِذْ اَخَذْنَا	مِیْثَاقَ	بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ	لَا تَعْبُدُوْنَ 256	اِلَّا
اور جب ہم نے لیا	پختہ عہد	بنواسرائیل سے	تم لوگ بندگی نہیں کرو گے	مگر

اللّٰهَ قف	وَبِالْوَالِدَیْنِ	اِحْسَانًا	وَّذِی الْقُرْبٰی
اللہ کی	اور والدین سے	حسنِ سلوک کرو جیسا احسان کا حق ہے	اور قرابت داروں سے

وَالْیَتٰمٰی	وَالْمَسٰكِیْنِ	وَقُوْلُوْا	لِلنَّاسِ	حُسْنًا
اور یتیموں سے	اور مسکینوں سے	اور تم لوگ بات کرو	لوگوں سے	بھلائی کی

وَّ اَقِیْمُوا	الصَّلٰوةَ	وَاٰتُوا	الزَّكٰوةَ ط	ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ	اِلَّا
اور قائم کرو	نماز کو	اور پہنچاؤ	زکوٰۃ کو	پھر تم لوگوں نے منہ موڑا	سوائے

قَلِیْلًا مِّنْكُمْ	وَاَنْتُمْ	مُّعْرِضُوْنَ
تم میں سے چند کے	اور تم لوگ	منہ موڑنے والے ہو

نوٹ۔1

تَوَلّٰی اور اَعْرَضَ تقریباً ہم معنی ہیں کیونکہ دونوں میں اعراض کرنے اور منہ موڑنے کا مفہوم ہے۔ اس کے باوجود اس آیت میں ان دونوں الفاظ کا ایک ساتھ استعمال بلاوجہ نہیں ہے۔ تَوَلَّیْتُمْ فعل ہے اور اس میں نظر انداز کرنے کے عمل کی طرف اشارہ ہے۔ جبکہ مُعْرِضُوْنَ اسم الفاعل ہے اور اس میں نظر انداز کرنے کی عادت کی طرف اشارہ ہے۔

آیت نمبر (2/ البقرہ: 84)

﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾﴾

د و ر

(ن)

دَوْرًا: چکر کھانا۔ گھومنا۔ گھیرنا۔ ﴿یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ تَدُوْرُ اَعْیُنُهُمْ﴾ (33/ الاحزاب: 19) ''وہ لوگ دیکھتے ہیں تمہاری طرف، گھومتی ہیں ان کی آنکھیں۔''

دَارٌ: ج دِیَارٌ۔ کسی چیز سے گھری ہوئی جگہ۔ گھر۔ ﴿وَاللّٰهُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ ط﴾ (10/ یونس: 25) ''اور اللہ دعوت دیتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف۔'' ﴿وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بَطَرًا﴾ (8/ الانفال: 47) ''اور تم لوگ مت ہونا ان کے مانند جو نکلے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے۔''

دَیَّارٌ: یہ فَعَّالٌ کا نہیں بلکہ فَیْعَالٌ کا وزن ہے۔ رہنے والا۔ بسنے والا۔ ﴿رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ﴿۲۶﴾﴾ (71/ نوح: 26) ''اے میرے رب! تو مت چھوڑ زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا۔''

دَائِرَۃٌ ج دَوَائِرُ۔ مؤنث اسم الفاعل فَاعِلَۃٌ کا وزن ہے۔گھومنے والی۔گھیرنے والی۔اس سے مراد ہے 256 گردشِ زمانہ۔آفت۔﴿ نَخۡشٰۤی اَنۡ تُصِیۡبَنَا دَآئِرَۃٌ ؕ﴾ (5/المائدہ:52)''ہم ڈرتے ہیں کہ ہم کو آ لگے کوئی زمانے کی گردش۔''﴿ وَ یَتَرَبَّصُ بِکُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ﴾ (9/التوبہ:98)''اور وہ انتظار کرتا ہے تمہارے لیے زمانے کی گردشوں کا۔''

(افعال) **اِدَارَۃً** گھمانا۔گردش دینا۔﴿ اِلَّاۤ اَنۡ تَکُوۡنَ تِجَارَۃً حَاضِرَۃً تُدِیۡرُوۡنَہَا بَیۡنَکُمۡ ﴾ (2/البقرہ:282) ''سوائے اس کے کہ وہ ہو کوئی حاضر سودا تم لوگ گھماتے ہو جس کو آپس میں۔''

ترجمہ

وَاِذۡ اَخَذۡنَا	مِیۡثَاقَکُمۡ	لَا تَسۡفِکُوۡنَ	دِمَآءَکُمۡ
اور جب ہم نے لیا	تم لوگوں سے پختہ عہد	تم لوگ نہیں بہاؤ گے	اپنوں کے خون

وَلَا تُخۡرِجُوۡنَ	اَنۡفُسَکُمۡ	مِّنۡ دِیَارِکُمۡ	ثُمَّ اَقۡرَرۡتُمۡ
اور تم لوگ نہیں نکالو گے	اپنوں کو	اپنے گھروں سے	پھر تم نے اقرار کیا

وَ	اَنۡتُمۡ	تَشۡہَدُوۡنَ
اس حال میں کہ	تم لوگ	گواہی دیتے ہو یعنی اب بھی مانتے ہو

آیت نمبر(2/البقرہ:85)

﴿ ثُمَّ اَنۡتُمۡ ہٰۤؤُلَآءِ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ وَ تُخۡرِجُوۡنَ فَرِیۡقًا مِّنۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِہِمۡ ۫ تَظٰہَرُوۡنَ عَلَیۡہِمۡ بِالۡاِثۡمِ
وَ الۡعُدۡوَانِ ؕ وَ اِنۡ یَّاۡتُوۡکُمۡ اُسٰرٰی تُفٰدُوۡہُمۡ وَ ہُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیۡکُمۡ اِخۡرَاجُہُمۡ ؕ اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ
الۡکِتٰبِ وَ تَکۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنۡ یَّفۡعَلُ ذٰلِکَ مِنۡکُمۡ اِلَّا خِزۡیٌ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ وَ یَوۡمَ
الۡقِیٰمَۃِ یُرَدُّوۡنَ اِلٰۤی اَشَدِّ الۡعَذَابِ ؕ وَ مَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۸۵﴾ ﴾

ظ	ھ	ر

(ف) **ظُہُوۡرًا** کسی چیز کا نمایاں ہونا۔اس بنیادی مفہوم کے ساتھ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔(۱) ظاہر ہونا۔﴿ ظَہَرَ الۡفَسَادُ فِی الۡبَرِّ وَ الۡبَحۡرِ ﴾ (30/الروم:41)''ظاہر ہوا فساد خشکی میں اور تری میں۔'' (۲) چڑھنا۔﴿ فَمَا اسۡطَاعُوۡۤا اَنۡ یَّظۡہَرُوۡہُ ﴾(18/الکہف:97)''تو ان کو طاقت نہیں کہ وہ چڑھیں اس پر۔'' (۳) غالب ہونا۔﴿ وَ اِنۡ یَّظۡہَرُوۡا عَلَیۡکُمۡ لَا یَرۡقُبُوۡا فِیۡکُمۡ اِلًّا ﴾ (9/التوبہ:8)''اور اگر وہ غالب ہوں تم پر تو لحاظ نہ کریں تم میں قرابت کا۔'' (۴) کسی بات پر غالب ہونا یعنی کسی راز کو جان لینا۔﴿ اِنَّہُمۡ اِنۡ یَّظۡہَرُوۡا عَلَیۡکُمۡ یَرۡجُمُوۡکُمۡ ﴾(18/الکہف:20)''اور اگر انہوں نے پہچان لیا تم کو تو وہ رجم کر دیں گے تم کو۔''

ظَہۡرٌ ج ظُہُوۡرٌ۔ اسم ذات ہے۔کسی چیز کا پچھلا حصہ۔پیٹھ۔﴿ وَ لَوۡ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوۡا مَا

تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ ﴾ (35/ فاطر:45) ''اور اگر پکڑتا اللہ لوگوں کو بسبب256ص کے جو انہوں نے کمائی کی تو نہ چھوڑتا اس کی یعنی زمین کی پشت پر کوئی بھی چلنے والا۔'' ﴿ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ط ﴾ (6/ الانعام:31) ''اور وہ لوگ اٹھاتے ہیں اپنے بوجھ اپنی پیٹھوں پر۔''

ظَاهِرٌ: فَاعِلٌ کا وزن ہے یعنی ظاہر ہونے والا۔ پھر کسی چیز کے ظاہر حصہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ﴿ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ ﴾ (30/ الروم:7) ''وہ لوگ جانتے ہیں ظاہر کو دنیوی زندگی میں سے اور وہ لوگ آخرت سے ہی غفلت برتنے والے ہیں۔''

ظَهِيْرٌ: فَعِيْلٌ کا وزن ہے یعنی ہمیشہ اور ہر حال میں ظاہر ہونے والا پھر مددگار کے معنی میں آتا ہے۔ ﴿ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ ﴾ (28/ القصص:86) ''تو ہرگز مت ہو نا مددگار کافروں کے لیے۔''

ظَهِيْرَةٌ: دوپہر (جب سورج خوب نمایاں ہوتا ہے) ﴿ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ ﴾ (24/ النور:58) ''اور جس وقت تم لوگ رکھتے ہو (اتار کے) اپنے کپڑے دوپہر میں۔''

(افعال) **اِظْهَارًا**: (۱) ظاہر کرنا۔ ﴿ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۝ ﴾ (40/ مومن:26) ''کہ وہ ظاہر کرے زمین میں فساد کو۔'' (۲) غالب کرنا۔ ﴿ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ﴾ (9/ التوبۃ:33) ''تاکہ وہ غالب کرے اس کو دین پر کل کا کل۔'' (۳) کسی کو راز بتانا۔ ﴿ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ ﴾ (72/ الجن:26) ''تو وہ مطلع نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی ایک کو۔ (۴) دوپہر میں داخل ہونا۔ ﴿ وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ۝ ﴾ (30/ الروم:18) ''اور جس وقت تم لوگ دوپہر میں داخل ہوتے ہو یعنی جب دوپہر ہو جائے۔''

(مفاعلہ) **مُظَاهَرَةً اور ظِهَارًا**: (۱) کسی کے خلاف آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنا۔ ﴿ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ ﴾ (60/ الممتحنۃ:9) ''اور انہوں نے ایک دوسرے کی مدد کی تم لوگوں کو نکالنے پر۔'' (۲) کسی کے خلاف کسی دوسرے کی مدد کرنا۔ ﴿ وَلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا ﴾ (9/ التوبۃ:4) ''اور نہ انہوں نے مدد کی تمہارے خلاف کسی ایک کی۔'' (۳) ظِهَار کرنا یعنی اپنی بیویوں میں سے کسی کو ماں کے برابر کہہ دینا۔ (یہ زمانہ جاہلیت کی ایک رسم تھی)۔ ﴿ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ج ﴾ (33/ الاحزاب:4) ''اور اس نے یعنی اللہ نے نہیں بنایا تمہاری بیویوں کو جن سے تم لوگ ظِہار کرتے ہو ان میں سے، تمہاری مائیں۔''

(تفاعل) **تَظَاهُرًا**: (۱) ایک دوسرے کا مددگار رہنا۔ ﴿ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ﴾ (28/ القصص:48) ''انہوں نے کہا دونوں جادو ہیں، دونوں ایک دوسرے کے مددگار رہوئے۔'' (۲) باہم مل کر کسی پر چڑھائی کرنا۔ ﴿ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ ﴾ (66/ التحریم:4) ''اور اگر تم دونوں نے مل کر انؐ پر چڑھائی کی تو یقیناً اللہ تو ان کا ہی مددگار ہے۔''

ء	ث	م

(س) **اَثِمَ**: اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا۔ غلط کام کرنا۔ گناہ کرنا۔

اٰثِمٌ: فَاعِلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ گناہ کرنے والا۔ گنہگار۔ ﴿ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ۝ ﴾ (5/ المآئدہ:106) ''یقیناً ہم تب تو گناہ کرنے والوں میں سے ہیں۔''

اَثِيْمٌ: فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ گناہ کرنے والا۔ ہمیشہ اور ہر حال میں گنہگار۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴾ (4/النساء:107) ''بے شک اللہ محبت نہیں کرتا اس سے جو ہو بڑا خائن اور بہت گنہگار۔''
256

اِثْمٌ — اسم ذات ہے۔ غلط کام۔ گناہ۔ ﴿ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ﴾ (2/البقرہ:219) ''اور ان دونوں کا گناہ زیادہ بڑا ہے ان کے نفع سے۔''

اَثَامٌ — اسم ذات ہے۔ گناہ کی سزا۔ ﴿ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴾ (25/الفرقان:68) ''اور جو یہ کرے گا تو وہ ملے گا سزا سے۔''

(تفعیل) تَاْثِيْمًا — کسی کو خطا کار کہنا۔ گناہ کا الزام لگانا۔ ﴿ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴾ (56/الواقعہ:25) ''وہ لوگ نہیں سنیں گے اس میں کوئی بیکار بات اور نہ ہی الزام تراشی کرنا۔''

ء س ر

(ض) اَسْرًا — کسی کو کسی چیز سے باندھ دینا۔ قیدی بنانا۔ ﴿ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴾ (33/الاحزاب:26) ''اور اس نے ڈالا ان کے دلوں میں رعب تو کسی فریق کو تم لوگ قتل کرتے ہو اور قیدی بناتے ہو کسی فریق کو۔''

اَسْرٌ — اسم ذات ہے۔ بندش۔ ﴿ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ﴾ (76/الدھر:28) ''ہم نے پیدا کیا ان کو اور ہم نے شدید کیا ان کی بندش کو۔''

اَسِيْرٌ — ج اُسٰرٰى اور اَسْرٰى۔ فَعِيْلٌ کا وزن ہے اسم المفعول کے معنی میں۔ باندھا ہوا، جکڑا ہوا یعنی قیدی۔ ﴿ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ﴾ (76/الدھر:8) ''اور وہ لوگ کھلاتے ہیں کھانا، اس کی محبت کے باوجود، مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو۔'' ﴿ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى ﴾ (8/الانفال:67) ''نہیں ہے کسی نبی کے لیے کہ ہوں اس کے لیے کچھ قیدی۔''

ف د ی

(ض) فِدَاءً — بدلے میں کچھ لے کر کسی کو کسی مشکل سے نجات دینا یا چھوڑنا۔ ﴿ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴾ (37/الصافات:107) ''اور ہم نے مشکل میں سے نکالا اس کو ایک عظیم ذبیحہ کے بدلے۔'' ﴿ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً ﴾ (47/محمد:4) ''پس یا تو احسان کرنا ہے اس کے بعد یا بدلے میں کچھ لے کر چھوڑنا ہے۔''

فِدْيَةٌ — اسم ذات ہے۔ چھڑانے کی لیے جو چیز دی جائے۔ فدیہ۔ ﴿ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ ﴾ (57/الحدید:15) ''تو آج نہیں لی جائے گی تم لوگوں سے بدلے میں کوئی چیز۔''

(مفاعلہ) مُفَادَاةٌ — کسی کو بدلے میں کچھ دے کر کسی کو چھڑانا۔ آیت زیر مطالعہ۔

(افتعال) اِفْتِدَاءً — بدلے میں کچھ دے کر خود کو چھڑانا۔ ﴿ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ﴾ (13/الرعد:18) ''اگر ہوتا ان کے لیے جو زمین میں ہے سب کا سب اور اس جیسا ان کے ساتھ، تو ضرور خود کو چھڑاتے اسے دے کر۔''

ح ر م

(ض) حِرْمًا — (۱) منع کرنا۔ روکنا (کسی چیز کے ناپسندیدہ یا نقصان دِہ ہونے کی وجہ سے اس کے استعمال کو)۔
(۲) منع کرنا۔ روکنا (کسی چیز کی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے اس کی بے ادبی کو)۔

مَحْرُوْمٌ — اسم المفعول ہے۔ جس کو روکا گیا۔ روکا ہوا۔ منع کیا ہوا۔ ﴿ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ

﴿ وَالْمَحْرُوْمِ ﴾ (70/المعارج:25) ''ان کے اموال میں ایک معلوم حق ہے مانگنے والوں کے لیے اور محروم کے لیے۔''
256

حَرَامٌ صفت ہے۔ ممنوع۔ حرام (استعمال سے منع کیا ہوا اور بے ادبی سے منع کیا ہوا، دونوں کے لیے حرام کا لفظ آتا ہے)۔ ﴿ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ ﴾ (16/النحل:116) ''یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔'' ﴿ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ (2/البقرہ:144) ''تو آپؐ پھیر دیں اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف۔''

حَرَمٌ ج حُرُمٌ۔ حُرُمٰتٌ۔ اسم ذات ہے۔ وہ چیز جس کے استعمال یا بے ادبی سے روکا گیا۔ ﴿ اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ﴾ (29/العنکبوت:67) ''کہ ہم نے بنایا ایک امن والی ممنوع جگہ حالانکہ اُچک لیے جاتے ہیں لوگ ان کے اردگرد سے۔'' ﴿ لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ﴾ (5/المآئدہ:95) ''تم لوگ قتل مت کرو شکار کو اس حال میں کہ تم لوگ ممنوعہ چیزوں یعنی احرام میں ہو۔'' ﴿ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ﴾ (9/التوبہ:36) ''ان میں سے چار محترم ہیں۔'' ﴿ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ﴾ (22/الحج:30) ''اور جو تعظیم کرتا ہے اللہ کی حرمتوں کی تو وہ خیر ہے اس کے لیے۔''

(تفعیل) **تَحْرِيْمًا** حرام کرنا۔ حرام قرار دینا۔ ﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ ﴾ (5/المآئدہ:72) ''بے شک وہ جس نے شریک کیا اللہ کے ساتھ تو حرام کیا ہے اللہ نے اس پر جنت کو۔''

مُحَرَّمٌ اسم المفعول ہے۔ حرام کیا ہوا۔ ﴿ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ﴾ (5/المآئدہ:26) ''تو اسے یعنی بستی کو حرام کیا گیا ہے ان پر چالیس سال تک۔''

خ ز ی

(س) **خِزْیٌ اور خِزْیًا** رسوا ہونا۔ بدنام ہونا۔ ﴿ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰى ﴾ (20/طٰہٰ:134) ''اس سے پہلے کہ ہم ذلیل ہوتے اور رسوا ہوتے۔''

اَخْزٰی اَفْعَلُ التَّفْضِيْل ہے۔ زیادہ یا سب سے زیادہ رسوائی والا۔ ﴿ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى ﴾ (41/السجدہ:16) ''اور یقیناً آخرت کا عذاب سب سے زیادہ رسوائی والا ہے۔''

خِزْیٌ اسم ذات ہے۔ رسوائی۔ بدنامی۔ ﴿ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ﴾ (2/البقرہ:114) ''ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے۔''

(افعال) **اِخْزَاءً** رسوا کرنا۔ ﴿ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ ﴾ (16/النحل:27) ''پھر قیامت کے دن وہ رسوا کرے گا ان کو۔''

مُخْزِی اسم الفاعل ہے۔ رسوا کرنے والا۔ ﴿ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُخْزِی الْكٰفِرِيْنَ ﴾ (9/التوبہ:2) ''اور یہ کہ اللہ رسوا کرنے والا ہے کافروں کو۔''

ر د د

(ن) **رَدًّا** کسی چیز کو واپس کر دینا۔ لوٹانا۔ پھیرنا۔ ﴿ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ ﴾ (28/القصص:13) ''تو ہم نے لوٹایا ان کو یعنی موسیٰؑ کو ان کی والدہ کی طرف۔''

رُدَّ فعل امر ہے۔ تو لوٹا۔ ﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ﴾ (4/النساء:59) ''پس اگر تم لوگ تنازع کرو کسی چیز میں تو تم لوگ لوٹاؤ اس کو اللہ اور ان رسولؐ کی طرف۔''

256

رَادٌّ : فَاعِلٌ کے وزن پر اسم الفاعل ہے۔ لوٹانے والا۔ ﴿وَاِنۡ يُّرِدۡكَ بِخَيۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِهٖ﴾ (10/ یونس: 107) ''اور اگر وہ یعنی اللہ ارادہ کرے تیرے لیے کسی خیر کا تو کوئی لوٹانے والا نہیں ہے اس کے فضل کو۔''

مَرۡدُوۡدٌ : اسم المفعول ہے۔ لوٹایا ہوا۔ واپس کیا ہوا۔ ﴿ءَاِنَّا لَمَرۡدُوۡدُوۡنَ فِى الۡحَافِرَةِ﴾ (79/ النّٰزعٰت: 10) ''کیا ہم لوگ لوٹائے جانے والے ہیں قبر میں سے۔''

مَرَدٌّ : اسم الظرف ہے۔ لوٹانے کی جگہ۔ ﴿وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوۡمٍ سُوۡٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ﴾ (13/ الرعد: 11) ''اور جب کبھی اللہ ارادہ کرے کسی قوم کے لیے کسی برائی یعنی عذاب کا تو لوٹانے کی کوئی جگہ یعنی امکان نہیں ہے اس کو۔''

(تفعّل) **تَرَدُّدًا** : لوٹنے کی کوشش کرنا مگر ناکام رہنا۔ کسی معاملہ میں شک وشبہ میں پڑنا۔ ڈانواں ڈول ہونا۔ ﴿فَهُمۡ فِىۡ رَيۡبِهِمۡ يَتَرَدَّدُوۡنَ﴾ (9/ التوبہ: 45) ''تو وہ لوگ اپنے شک میں ڈانواں ڈول رہتے ہیں۔''

(افتعال) **اِرۡتِدَادًا** : اہتمام سے واپس ہونا۔ لوٹنا۔ پھرنا۔ ﴿فَارۡتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا﴾ (18/ الکھف: 64) ''تو وہ دونوں لوٹے اپنے نقشِ قدم پر۔''

ش	د	د

(ن) **شَدًّا** : سخت کرنا۔ مضبوط کرنا۔ ﴿وَشَدَدۡنَا مُلۡكَهٗ﴾ (38/ ص: 20) ''اور ہم نے مضبوط کیا اس کے ملک کو یعنی سلطنت کو۔''

شُدَّ اور اُشۡدُدۡ : دونوں فعل امر ہیں۔ تو سخت کر۔ تو مضبوط کر۔ ﴿فَشُدُّوا الۡوَثَاقَ﴾ (47/ محمد: 4) ''تو تم لوگ مضبوط کرو جکڑنے کو۔'' ﴿وَاشۡدُدۡ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ﴾ (10/ یونس: 88) ''اور تو سخت کر دے ان کے دلوں کو۔''

اَشَدُّ : اَفۡعَلُ التّفضیل ہے۔ زیادہ سخت۔ ﴿وَالۡفِتۡنَةُ اَشَدُّ مِنَ الۡقَتۡلِ﴾ (2/ البقرہ: 191) ''اور فتنہ زیادہ سخت ہے قتل سے۔''

اَشُدٌّ : اسم ذات ہے۔ مضبوطی۔ سختی۔ ﴿حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرۡبَعِيۡنَ سَنَةً﴾ (46/ الاحقاف: 15) ''یہاں تک کہ جب وہ پہنچے اپنی پختگی کو اور پہنچے چالیس سال کو۔''

شَدِيۡدٌ : ج اَشِدَّآءُ اور شِدَادٌ۔ فَعِيۡلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ ہمیشہ اور ہر حال میں سخت۔ ﴿وَفِى الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ۙ وَّمَغۡفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ﴾ (57/ الحدید: 20) ''اور آخرت میں ایک شدید عذاب ہے اور ایک مغفرت ہے اللہ کی طرف سے۔'' ﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الۡكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيۡنَهُمۡ﴾ (48/ الفتح: 29) ''سخت ہیں کافروں پر اور نرم ہیں آپس میں۔'' ﴿ثُمَّ يَاۡتِىۡ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ سَبۡعٌ شِدَادٌ﴾ (12/ یوسف: 48) ''پھر آئیں گے اس کے بعد سات شدید یعنی سات سختی والے سال۔''

(افتعال) **اِشۡتِدَادًا** : اہتمام سے سخت ہونا۔ مضبوط ہونا۔ ﴿اَعۡمَالُهُمۡ كَرَمَادِ اِۨشۡتَدَّتۡ بِهِ الرِّيۡحُ فِىۡ يَوۡمٍ عَاصِفٍ﴾ (14/ ابراھیم: 18) ''ان کے اعمال راکھ کی مانند ہیں، سخت ہوئی جس پر ہوا آندھی کے دن میں۔''

ترکیب

اَنۡتُمۡ مبتداء اور ھٰۤؤُلَآءِ اس کی خبر ہے جبکہ تَقۡتُلُوۡنَ، تُخۡرِجُوۡنَ اور تَظٰھَرُوۡنَ سے شروع ہونے والے تینوں[256] جملہ فعلیہ متعلق خبر ہیں اور اَنۡتُمۡ کا حال ہیں۔ تَظٰھَرُوۡنَ باب تفاعل ہے اور اصل میں تَتَظٰھَرُوۡنَ تھا۔ وَالۡعُدۡوَانِ میں حرف جارہ بِ محذوف ہے اس لیے یہ حالتِ جرّ میں ہے۔ یَاۡتُوۡا کا فاعل اس میں شامل ھُمۡ کی ضمیر ہے۔ اور کُمۡ مفعول ہے جبکہ اُسٰرٰی ضمیر فاعلی ھُمۡ کا حال ہے۔ یَاۡتُوۡکُمۡ اُسٰرٰی شرط ہے اور تُفٰدُوۡھُمۡ جواب شرط ہے۔ وَھُوَ مُحَرَّمٌ میں ھُوَ ضمیر الشان ہے، مُحَرَّمٌ اسم المفعول اور خبر مقدم ہے، عَلَیۡکُمۡ متعلق خبر ہے اور اِخۡرَاجُھُمۡ مبتداء مؤخر ہے۔ فَمَا جَزَآءُ مَنۡ میں مَا کو نافیہ بھی مانا جا سکتا ہے اور استفہامیہ بھی۔ ترجمے میں فرق پڑے گا۔ مَا کو نافیہ مانیں تو ترجمہ ہوگا ''نہیں ہے بدلہ اس کا جو......'' اگر استفہامیہ مانیں تو ترجمہ ہوگا ''کیا ہی بدلہ اس کا جو......'' دونوں ترجمے درست ہیں لیکن اس سے اصل مفہوم میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ میں یَوۡمَ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اَشَدِّ الۡعَذَابِ مرکب اضافی ہے اس لیے اَشَدِّ یہاں پر تفضیل کل SUPERLATIVE DEGREE ہے۔

ترجمہ

ثُمَّ اَنۡتُمۡ	ھٰۤؤُلَآءِ	تَقۡتُلُوۡنَ	اَنۡفُسَکُمۡ	وَتُخۡرِجُوۡنَ	فَرِیۡقًا
پھر تم	وہ لوگ ہو	کہ قتل کرتے ہو	اپنوں کو	اور نکالتے ہو	ایک فریق کو

مِّنۡکُمۡ	مِّنۡ دِیَارِھِمۡ ۫	تَظٰھَرُوۡنَ	عَلَیۡھِمۡ	بِالۡاِثۡمِ
اپنوں میں سے	ان کے گھروں سے	باہم مل کر چڑھائی کرتے ہو	ان پر	گناہ سے

وَالۡعُدۡوَانِ ؕ	وَاِنۡ	یَّاۡتُوۡکُمۡ	اُسٰرٰی
اور دشمنی سے	اور اگر	وہ لوگ آتے ہیں تمہارے پاس	قیدی ہو کر

تُفٰدُوۡھُمۡ	وَھُوَ	مُحَرَّمٌ	عَلَیۡکُمۡ
تو تم لوگ بدلہ دے کر چھڑاتے ہو ان کو	اور بات یہ ہے کہ	حرام کیا گیا ہے	تم لوگوں پر

اِخۡرَاجُھُمۡ ؕ	اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ	بِبَعۡضِ الۡکِتٰبِ	وَتَکۡفُرُوۡنَ
ان کا نکالنا	تو کیا تم لوگ ایمان لاتے ہو	کتاب کے ایک حصے پر	اور انکار کرتے ہو

بِبَعۡضٍ ۚ	فَمَا جَزَآءُ مَنۡ	یَّفۡعَلُ ذٰلِکَ	مِنۡکُمۡ	اِلَّا
ایک حصے کا	تو کیا ہے بدلہ اس کا جو	کرتا ہے یہ	تم میں سے	سوائے اس کے کہ

خِزۡیٌ	فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ	وَیَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ	یُرَدُّوۡنَ
رسوائی ہے	دنیوی زندگی میں	اور قیامت کے دن	وہ لوگ لوٹائے جائیں گے

اِلٰۤی اَشَدِّ الۡعَذَابِ ؕ	وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعۡمَلُوۡنَ
سخت ترین عذاب کی طرف	اور اللہ غافل نہیں ہے	اس سے جو	تم لوگ کرتے ہو

256

نوٹ۔1

اوپر ترکیب میں ضمیر الشّان کا ذکر آیا ہے۔ یہاں اسے سمجھ لیں۔ بعض اوقات جملہ کے شروع میں ایک ضمیر لائی جاتی ہے جس کا کوئی مَرْجِع نہیں ہوتا۔ یعنی اس سے پیشتر کوئی ایسا لفظ مذکور نہیں ہوتا جس کی طرف یہ ضمیر اشارہ کرے۔ اس ضمن میں خاص بات یہ نوٹ کرلیں کہ یہ صرف واحد مذکر یا واحد مؤنث کی ضمیر ہوتی ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے ’’حقیقت تو یہ ہے کہ‘‘ ’’سچی بات تو یہ ہے کہ‘‘۔ جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (آپؐ کہیے! حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ یکتا ہے)۔ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ (پس بے شک سچی بات تو یہی ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں۔‘‘ ضمیر الشّان کا اُردو مفہوم ذرا طویل ہے اس لیے قرآن مجید کے ترجموں میں اکثر اسے نظر انداز کردیا جاتا ہے۔

نوٹ۔2

اس آیت میں تورات کے بجائے کتاب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ تورات پر جزوی عمل کرنا جیسا جُرم تھا، قرآن پر جزوی عمل کرنا بھی ویسا ہی جرم ہے۔

نوٹ۔3

اس آیت میں تورات پر جس جزوی عمل کی طرف اشارہ ہے اسے سمجھ لیں۔ تورات میں حکم تھا کہ بنواسرائیل کا کوئی فرد اگر کسی مشکل میں پھنس جائے تو اسے اس مصیبت سے نکالنا پوری قوم کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ چنانچہ کوئی یہودی جب کسی دوسری قوم کا قیدی ہو جاتا تھا تو تورات کے اس حکم کا حوالہ دے کر چندہ کرتے اور فدیہ دے کر اسے چھڑاتے تھے۔ یعنی تورات کے اس حکم پر عمل کرتے تھے۔ لیکن تورات میں ہی یہ حکم بھی تھا کہ آپس میں خون خرابہ نہ کریں اور ایک دوسرے کو جلاوطن نہ کریں۔ وہ لوگ اس حکم پر عمل نہیں کرتے تھے۔

آیت نمبر(2/البقرہ:86)

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۡ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ ٨٦

خ	ف	ف

(ض) **خَفًّا** (۱) ہلکا ہونا۔ ﴿وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾ (7/الاعراف:9) ’’پس وہ، ہلکے ہوئے جن کے ترازو‘‘ (۲) کم عقل ہونا۔ قرآن مجید میں اس معنی میں ثلاثی مجرد سے فعل استعمال نہیں ہوا۔‘‘

خَفِيْفٌ ج خِفَافٌ۔ فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ ہلکا ﴿حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ﴾ (7/الاعراف:189) ’’اس نے اٹھایا ایک ہلکا بوجھ تو وہ چلی اس کے ساتھ۔‘‘ ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا﴾ (9/التوبۃ:41) ’’تو لوگ کوچ کرو ہلکے ہوتے ہوئے یا بھاری ہوتے ہوئے۔‘‘

(تفعیل) **تَخْفِيْفًا** ہلکا کرنا۔ ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ۝﴾ (40/مومن:49) ’’تم لوگ پکارو اپنے رب کو کہ وہ کم کرے ہم سے کسی دن عذاب کو۔‘‘

(استفعال) **اِسْتِخْفَافًا** (۱) کسی کو ہلکا سمجھنا۔ ﴿وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ۝﴾ (30/الروم:60) ’’اور ہرگز ہلکا نہ سمجھیں تم کو وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے۔‘‘ (۲) کسی کو کم عقل کرنا۔ مت ماردینا۔ ﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ﴾ (43/الزخرف:54) ’’پس اس نے مت ماردی اپنی قوم کی تو انہوں نے اطاعت کی اس کی۔‘‘

ترکیب

اِشْتَرَوُا دراصل اِشْتَرَوْا تھا۔ اسے آگے ملانے کے لیے واوٗ پر ضمہ دی گئی ہے۔ اَلْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا بنفسہ 256آیا ہے۔ اس لیے یہ وہ چیز ہے جو خریدی گئی۔ اَلْاٰخِرَۃِ پر بِ کا صلہ آیا ہے اس لیے یہ وہ قیمت ہے جو ادا کی گئی۔ یُخَفَّفُ باب تفعیل کا مضارع مجہول ہے اور اَلْعَذَابُ اس کا نائب الفاعل ہونے کی وجہ سے رفع میں ہے۔ لَا یُنْصَرُوْنَ بھی مضارع مجہول ہے اور یہ ھُمْ کی خبر ہے۔

ترجمہ

اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	اشْتَرَوُا	الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا	بِالْاٰخِرَةِ
یہ وہ لوگ ہیں	جنہوں نے	خریدا	دنیوی زندگی کو	آخرت کے بدلے

فَلَا يُخَفَّفُ	عَنْهُمُ	الْعَذَابُ	وَلَا هُمْ	يُنْصَرُوْنَ
تو کم نہیں کیا جائے گا	ان سے	عذاب کو	اور نہ ہی وہ لوگ	مدد دیئے جائیں گے

آیت نمبر (2/ البقرہ:87)

﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۡ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ
بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ اَفَكُلَّمَا جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَ
فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ۸۷ ﴾

ق ف و

(ن)	قَفْوًا	کسی کا پیچھا کرنا۔ پیچھے پڑنا۔
	لَا تَقْفُ	فعل نہی ہے۔ تو پیچھے مت پڑ۔ ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ﴾ (17/ بنی اسرائیل:36) ''اور تو پیچھے مت پڑ اس کے جس کا تجھ کو کوئی علم نہیں ہے۔''
(تفعیل)	تَقْفِيَةً	کسی کو کسی کے پیچھے لگانا۔ کسی کے پیچھے بھیجنا۔ ﴿ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا﴾ (57/ الحدید:27) ''پھر ہم نے بھیجا ان کے پیچھے اپنے رسولوں کو۔''

ر س ل

(س)	رَسَلًا	نرمی سے چلنا۔ کسی کام کے لیے، زیادہ تر پیغام دینے کے لیے روانہ ہونا۔
	رَسُوْلٌ	ج رُسُلٌ۔ فَعُوْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ روانہ ہونے والا۔ پیغامبر۔ (یہ لفظ عام ہے۔ انبیاء کرام، فرشتوں اور عام انسانوں، سب کے لیے قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے)۔ ﴿وَلَمَّا جَاۗءَھُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْ﴾ (2/ البقرہ:101) ''اور جب آیا ان کے پاس کوئی تصدیق کرنے والا پیغامبر اللہ کے پاس سے اس کی جو ان کے پاس ہے۔'' ﴿وَلَقَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى﴾ (11/ ھود:69) ''اور یقینا آئے ہمارے پیغامبر یعنی فرشتے ابراہیمؑ کے پاس بشارت کے ساتھ۔'' ﴿فَلَمَّا جَاۗءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ﴾ (12/ یوسف:50) ''تو جب آیا ان کے یعنی یوسفؑ کے پاس وہ پیغامبر، تو انہوںؑ نے کہا تو واپس جا اپنے رب یعنی فرعون کی طرف۔''

رِسَالَةٌ — ج رِسَلَاتٌ۔ اسم ذات ہے۔ پیغام۔ ﴿ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ ﴾ (7/الاعراف:79) ’’اے میری قوم! میں نے پہنچا دیا ہے تم لوگوں کو اپنے رب کا پیغام۔‘‘ ﴿ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ ﴾ (7/الاعراف:68) ’’میں پہنچاتا ہوں تم لوگوں کو اپنے رب کے پیغامات۔‘‘

(افعال) اِرْسَالًا — کسی کام کے لیے یا پیغام پہنچانے کے لیے کسی کو روانہ کرنا۔ بھیجنا۔ ﴿ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴾ (26/الشعراء:56) ’’تو بھیجا فرعون نے شہروں میں جمع کرنے والوں کو۔‘‘ ﴿ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا ﴾ (2/البقرہ:151) ’’جیسا کہ ہم نے بھیجا تم میں ایک رسول تم میں سے، وہ پڑھ کر سناتا ہے تم کو ہماری آیات۔‘‘

اَرْسِلْ — فعل امر ہے۔ تو روانہ کر۔ تو بھیج۔ ﴿ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ (20/طٰہٰ:47) ’’پس تو روانہ کر ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو۔‘‘

مُرْسِلٌ — اسم الفاعل ہے۔ روانہ کرنے والا۔ بھیجنے والا۔ ﴿ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ ﴾ (27/النمل:35) ’’اور میں بھیجنے والی ہوں ان کی طرف ایک تحفہ۔‘‘

مُرْسَلٌ — اسم المفعول ہے۔ روانہ کیا ہوا۔ بھیجا ہوا۔ ﴿ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴾ (36/یٰسٓ:52) ’’یہ ہے وہ جو وعدہ کیا رحمٰن نے اور سچ کہا بھیجے ہوؤں نے۔‘‘

ء ی د

(ض) اَيْدًا — مضبوط ہونا۔ قوی ہونا۔

اَيْدٌ — اسم ذات ہے۔ مضبوطی۔ قوت۔ ﴿ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ ﴾ (51/الذّٰریٰت:47) ’’اور آسمان! ہم نے بنایا اس کو قوت سے۔‘‘

(تفعیل) تَاْيِيْدًا — مضبوط کرنا۔ تقویت دینا۔ ﴿ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ (3/آل عمران:13) ’’اور اللہ تقویت دیتا ہے اپنی مدد سے جسے وہ چاہتا ہے۔‘‘

ر و ح

(ن) رَوَاحًا — شام کے وقت واپس آنا۔ ﴿ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ﴾ (34/سبا:12) ’’اور سلیمانؑ کے لیے ہوا، جس کی صبح ایک مہینہ ہے اور جس کا شام کو واپس ہونا ایک مہینہ ہے۔‘‘

(ف۔س) (۱) رِيْحًا — کسی جگہ کا ہوادار ہونا۔ سُبک ہونا۔
(۲) رَاحَةً — نیکی کی طرف خوشی سے جلدی کرنا۔

(ض) رَيْحًا — کسی چیز کی خوشبو پانا۔

رَوْحٌ — بادِنسیم۔ پھر زیادہ تر آرام و آسودگی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو مطلب ہوتا ہے رحمت۔ ﴿ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝ ﴾ (56/الواقعہ:88۔89) ’’پھر اگر وہ ہے مقرب لوگوں میں تو راحت ہے اور خوشبودار پودا ہے اور ہمیشگی والی نعمت کا باغ ہے۔‘‘

256
﴿لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾(12/یوسف:87)''اور مایوس نہیں ہوتی اللہ کی رحمت سے مگر کافر قوم۔''

رُوْحٌ سانس۔ چونکہ ہر جاندار کی زندگی کا دارومدار سانس پر ہوتا ہے اس لیے یہ مطلق جان یعنی روح کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔﴿فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ﴾(15/الحجر:29)''اور جب میں نوک پلک درست کر دوں اس کی اور میں پھونک دوں اس میں اپنی سانس میں سے۔''﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (17/بنی اسرائیل:85) ''اور وہ لوگ پوچھتے ہیں آپؐ سے روح کے بارے میں۔آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم میں سے ہے اور نہیں دیا گیا تم کو اس علم میں سے مگر تھوڑا سا۔''

اَلرُّوْحُ قرآن مجید میں یہ حضرت جبریلؑ کے لیے استعمال ہوا ہے۔کہیں روح الامین اور روح القدوس بھی آیا ہے۔کہیں یہ لفظ دین وایمان کی روح یعنی وحی کے لیے بھی آیا ہے۔﴿يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا﴾ (78/النبا:38)''جس دن کھڑے ہوں گے جبریلؑ اور فرشتے قطار باندھے ہوئے۔''﴿يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ﴾(16/النحل:2)''وہ اتارتا ہے فرشتوں کو روح کے ساتھ یعنی دین یا ایمان کی روح کے ساتھ اپنے حکم سے۔''

رِيْحٌ ج رِيَاحٌ۔ ہوا۔خوشبو۔﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ﴾(38/ص:36)''تو ہم نے مسخر کیا ان کے یعنی سلیمانؑ کے لیے ہوا کو، وہ چلتی ان کے حکم سے۔''﴿اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ﴾ (12/یوسف:94)''بے شک میں پاتا ہوں یوسفؑ کی خوشبو کو۔''﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ﴾ (3/آل عمران:46)''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ بھیجتا ہے ہواؤں کو خوشخبریاں ہوتے ہوئے۔''

رَيْحَانٌ ہر خوشبودار پودا۔اوپر آیت نمبر۔(56/الواقعہ:89)دیکھیں۔

ھ	و	ی

(ض) **هَوِيًّا** اوپر سے نیچے اترنا۔گرنا۔﴿وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى﴾(20/طٰہٰ:81)''اور جس پر حلال ہوتا ہے میرا غضب تو بے شک وہ گرا۔''﴿فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ﴾ (14/ابراہیم:37)''پس تو کر دے کچھ دلوں کو لوگوں میں سے، وہ گرتے ہوں یعنی مائل ہوتے ہوں ان کی طرف۔''

(س) **هَوًى** کسی چیز کی طرف جھکنا۔چاہنا۔پسند کرنا۔﴿اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ﴾ (53/النجم:23)''وہ لوگ پیروی نہیں کرتے مگر گمان کی اور اس کی جو پسند کرتا ہے نفس۔''

هَاوِيَةٌ فَاعِلَةٌ کے وزن پر اسم الفاعل ہے۔نیچے اترنے والی۔یہ استعارہ ہے جہنم کے لیے۔﴿وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۭ﴾(101/القارعۃ:8۔9)''اور جس کے ہلکے ہوں پلڑے تو اس کی گود نیچے اترنے والی ہے۔یعنی جہنم ہے۔''

ھَوَاءٌ ج اَھْوَاءٌ۔ اس کے اصل معنی ہیں فضا۔ چونکہ فضا میں ہوا ہوتی ہے اس لیے مطلق ہوا کے لیے بھی آتا ہے۔ ہوا کو قرار نہیں ہوتا اس لیے ڈانواں ڈول ہونے کی کیفیت کے لیے بھی آتا ہے۔ خواہشات آدمی کو ڈانواں ڈول اور بے قرار کرتی ہیں اس لیے مطلق خواہش کے لیے بھی آتا ہے۔ ﴿ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴾ (14/ ابراہیم:43) ''دوڑتے ہوئے، اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے، نہیں جھپکے گی ان کی طرف ان کی پلک اور ان کے دل ڈولتے ہوں گے۔'' ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ﴾ (28/ القصص:50) ''اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جس نے پیروی کی اپنی خواہش کی اللہ کی ہدایت کے بغیر۔'' ﴿ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ﴾ (6/ الانعام:150) ''اور پیروی مت کرو ان کی خواہشات کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو۔''

(افعال) **اِھْوَاءٌ** اوپر سے نیچے اتارنا۔ پٹخ دینا۔ ﴿ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴾ (53/ النجم:53) ''اور الٹنے والی بستی کو اس نے پٹخا۔''

(استفعال) **اِسْتِھْوَاءٌ** خواہشات کو مزین کر کے دکھانا۔ پھسلا دینا۔ بہکا دینا۔ ﴿ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ ﴾ (6/ الانعام:71) ''اس کی مانند جس کو بہکا دیا شیطانوں نے زمین میں متردد کرتے ہوئے۔''

ترکیب

اٰتَيْنَا کا مفعول اوّل مُوْسٰیؑ اور مفعول ثانی اَلْكِتٰبَ ہے۔ اسی طرح آگے اٰتَيْنَا کا مفعول اوّل عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ہے اور مفعول ثانی اَلْبَيِّنٰتِ ہے۔ اَيَّدْنٰهُ میں ضمیر مفعولی عیسیٰؑ کے لیے ہے۔ اَفَكُلَّمَا حرف شرط ہے۔ جَآءَكُمْ سے اَنْفُسُكُمْ تک شرط ہے اور اِسْتَكْبَرْتُمْ سے تَقْتُلُوْنَ تک جواب شرط ہے۔ دونوں جگہ پر فَرِيْقًا مفعول مقدم ہونے کی وجہ سے نصب میں ہے۔

ترجمہ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا	مُوْسَى	الْكِتٰبَ	وَقَفَّيْنَا	مِنْۢ بَعْدِهٖ
اور بے شک ہم نے دیا	موسیٰؑ کو	کتاب یعنی تورات	اور ہم نے بھیجا	انؑ کے بعد

بِالرُّسُلِ	وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ	الْبَيِّنٰتِ
رسولوں کو	اور ہم نے دیا عیسیٰؑ ابن مریم کو	روشن دلیلیں یعنی معجزات

وَاَيَّدْنٰهُ	بِرُوْحِ الْقُدُسِ	اَفَكُلَّمَا
اور ہم نے تقویت دی انؑ کو	پاکیزگی کی روح یعنی جبریلؑ سے	تو کیا (ایسا نہیں ہوا کہ) جب بھی

جَآءَكُمْ	رَسُوْلٌ	بِمَا	لَا تَهْوٰٓى	اَنْفُسُكُمُ
آیا تمہارے پاس	کوئی رسول	اس کے ساتھ جو	نہیں چاہتے	تمہارے جی

اسْتَكْبَرْتُمْ	فَفَرِيْقًا	كَذَّبْتُمْ	وَفَرِيْقًا	256 تَقْتُلُوْنَ
توتم لوگوں نے گھمنڈ کیا	پس ایک فریق کو	تم نے جھٹلایا	اور ایک فریق کو	قتل کرتے ہو

نوٹ۔1

نوٹ۔2

معجزات کے متعلق ایک بات یہ سمجھ لیں کہ انبیاء کرام کو معجزات ان کے زمانے کے لحاظ سے دیے جاتے تھے۔موسیٰ کے زمانے میں جادو کا فن اپنے عروج پر تھا اور اس وقت جادوگر لوگ معاشرہ میں معزز مانے جاتے تھے۔اس لیے موسیٰ کو ایسے معجزے دیے گئے جس نے جادوگروں کو عاجز کر دیا۔حضرت عیسیٰ کے زمانے میں طِب کو بہت عروج حاصل ہوا تھا اور طبیب لوگوں کو معاشرہ میں بلند مقام حاصل ہوتا تھا۔اس لیے ان کو ایسے معجزے دیے گئے جس نے طبیب لوگوں کو عاجز کر دیا۔حضور ﷺ کے زمانے میں ادب اور شعروشاعری اپنے عروج پر تھی اور شاعری لوگوں کا معاشرے میں بڑا مقام تھا۔اس لیے آپ کو قرآن مجید کا معجزہ دیا گیا جس نے عرب کے بڑے سے بڑے شاعر کو عاجز کر دیا۔

دوسری بات یہ سمجھ لیں کہ جس نبی کو جو معجزہ دیا گیا اسے وہ اپنی مرضی سے نہیں دکھا سکتے تھے۔بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت دکھاتے تھے۔ایسا نہیں تھا کہ حضرت موسیٰ کہیں بیٹھنے کے لیے یا سونے کے لیے جب بھی لاٹھی زمین پر رکھتے تھے تو وہ سانپ بن جاتی تھی۔عام حالات میں وہ لاٹھی ہی رہتی تھی۔صرف مخصوص مواقع پر اللہ کے حکم سے جب انہوں نے لاٹھی کو زمین پر ڈالا تو وہ سانپ بنی۔ایسا نہیں تھا کہ عیسیٰ جب چاہیں قبر سے کسی مردے کو نکال کر زندہ کر دیں۔بلکہ مخصوص مواقع پر اللہ کے حکم سے انہوں نے ایسا کیا۔اسی طرح حضور ﷺ کو وحی کا انتظار رہتا تھا۔لیکن جبریل صرف اللہ کے حکم سے تشریف لاتے تھے۔البتہ دیگر انبیاء کرام کے معجزے دکھانے کے بعد ختم ہو جاتے تھے۔لیکن قرآن مجید ایک واحد معجزہ ہے جو محفوظ ہوتا چلا گیا، آج تک محفوظ ہے اور انشاء اللہ قیامت تک محفوظ رہے گا۔اس لحاظ سے قرآن مجید کو زندہ معجزہ کہتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ البقرۃ (۲)

256

آیت نمبر(88)

﴿وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾

غ ل ف

(ن) غَلْفًا ڈھانکنا۔غلاف میں ڈالنا۔

(س) غَلَفًا ڈھکا ہوا ہونا۔غلاف میں ہونا۔

اَغْلَفُ ج غُلْفٌ۔ افعل الوان وعیوب ہے۔غلاف میں بند چیز۔آیت زیرِ مطالعہ۔

ل ع ن

(ف) لَعْنًا دھتکارنا۔دور کرنا۔لعنت اگر اللہ کی طرف سے ہو تو مطلب ہوتا ہے اپنی رحمت اور شفقت سے دور کرنا۔اگر انسان کی طرف سے ہو تو بددعا ہوتی ہے کہ اللہ اسے رحمت سے دور کرے۔﴿اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (33/الاحزاب:64)''بے شک اللہ نے لعنت کی کافروں پر۔''﴿كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ﴾ (7/الاعراف:38)''جب بھی داخل ہوتی ہے کوئی جماعت، تو وہ لعنت کرتی ہے اپنی بہن پر یعنی دوسری جماعت پر۔''

اِلْعَنْ فعل امر ہے۔تو لعنت کر۔﴿رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ع ﴿۶۸﴾﴾ (33/الاحزاب:68)''اے ہمارے رب! تو دے ان کو دوگنا عذاب اور تو لعنت کر ان پر بڑی لعنت۔''

لَاعِنٌ اسم الفاعل ہے۔لعنت کرنے والا۔﴿اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾﴾ (2/البقرہ:159)''یہ لوگ ہیں لعنت کرتا ہے ان پر اللہ اور لعنت کرتے ہیں ان پر لعنت کرنے والے۔''

مَلْعُوْنٌ اسم المفعول ہے۔لعنت کیا ہوا۔﴿مَلْعُوْنِيْنَ ۛۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾﴾ (33/الاحزاب:61)''لعنت کیے ہوئے ہیں جہاں کہیں پائے جائیں پکڑے جائیں اور خوب قتل کیے جائیں جیسے قتل کرنے کا حق ہے۔''

لَعْنَةٌ اسم ذات ہے۔لعنت۔﴿فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾﴾ (7/الاعراف:44)''تو پکارا ایک پکارنے والے نے کہ اللہ کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر۔''

ترکیب

قُلُوْبُنَا مرکب اضافی ہے اور مبتداء ہے۔غُلْفٌ اس کی خبر ہے۔قَلِيْلًا مَّا میں مَا زائدہ ہے اور اس کے کوئی معنی نہیں ہیں۔قَلِيْلًا صفت ہے۔اس کا موصوف اِيْمَانًا محذوف ہے اور یہ مرکب توصیفی مفعول مقدم ہے يُؤْمِنُوْنَ کا سادہ جملہ اس طرح ہوتا يُؤْمِنُوْنَ اِيْمَانًا قَلِيْلًا۔

ترجمہ					
	وَقَالُوْا	قُلُوْبُنَا	غُلْفٌ ؕ	بَلْ	لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ

اللہ نے رحمت سے دور کیا ان کو	(ہرگز نہیں) بلکہ	غلاف میں بند ہیں	ہمارے دل	اور انہوں نے کہا

256

فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ	بِكُفْرِهِمْ
تو وہ لوگ تھوڑا سا ایمان لاتے ہیں	ان کے کفر کے سبب سے

نوٹ۔1

کلمہ بَلْ کا استعمال دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ بَلْ سے پہلے جو بات کہی گئی ہے وہ غلط ہے اور بَلْ کہہ کر اس کی تردید کرنا مقصود ہے۔ ایسی صورت میں اس سے پہلے لفظ كَلَّا (ہرگز نہیں) محذوف ہوتا ہے، جیسا کہ آیتِ زیرِ مطالعہ میں ہے، اور ایسی صورت میں بَلْ کا پورا مفہوم یہ ہوتا ہے۔ ''ہرگز نہیں! بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ'' کبھی بَلْ کے ساتھ كَلَّا لکھ بھی دیتے ہیں لیکن مفہوم یہی رہتا ہے۔ جیسے ﴿قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣﴾ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٤﴾﴾ (83/المطففین: 13۔14) ''انہوں نے کہا پرانے زمانے کے قصے ہیں۔ ہرگز نہیں! بلکہ سچی بات یہ ہے کہ زنگ چڑھا یا ان کے دلوں پر اس نے جو یہ لوگ کمائی کیا کرتے تھے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بَلْ سے پہلے جو بات کہی گئی ہے وہ درست ہے اور بَلْ کہہ کر اس کی تردید کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ البتہ اس کے بعد بَلْ کہہ کر اس سچائی کو تسلیم نہ کرنے یا اس سے استفادہ نہ کرنے کی وجہ بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں بَلْ سے پہلے لفظ كَلَّا محذوف نہیں ہوتا۔ نیز ایسی صورت میں بَلْ کا مفہوم اردو محاورہ میں ''بلکہ'' کے بجائے ''لیکن'' سے ادا ہوتا ہے اور اس کا پورا مفہوم یہ ہوتا ہے۔ ''لیکن حقیقت یہ ہے کہ''۔ جیسے ﴿وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ﴿١﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّ شِقَاقٍ ﴿٢﴾﴾ (38/ص: 1۔2) ''قسم ہے قرآن کی جو نصیحت والا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہٹ دھرمی اور مخالفت میں ہیں۔''

نوٹ۔2

اس آیت کی ترکیب میں ہم نے لکھا ہے کہ قَلِيْلًا مَّا میں مَا زائدہ ہے۔ کیونکہ تفسیر حقانی میں بھی یہی ہے اور ہمارے استاذ محترم پروفیسر حافظ احمد یار صاحب مرحوم کی رائے بھی یہی ہے۔ لیکن بہرحال اسے مَا موصولہ ماننے کی بھی گنجائش ہے۔ ایسی صورت میں (اِيْمَانًا) قَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ کا مطلب ہوگا کہ تھوڑا ایمان ہے وہ، جو یہ لوگ ایمان لاتے ہیں۔ اس طرح مفہوم تبدیل نہیں ہوتا اور مَا کو زائدہ ماننے کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ البتہ قَلِيْلًا سے پہلے رِجَالًا محذوف ماننا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ رِجَالًا عاقل کی جمع مکسر ہے۔ اس لیے اس کی صفت یا تو واحد مؤنث آسکتی ہے یا جمع مذکر آئے گی۔ جبکہ قَلِيْلًا واحد مذکر ہے۔ اس لیے اس آیت کا یہ مفہوم لینا درست نہیں ہوگا کہ ان میں تھوڑے سے لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔

نوٹ۔3

تھوڑے ایمان یا کم ایمان سے مراد یہ ہے کہ آدمی اللہ، آخرت، انبیاء و رسل، کتب، وحی وغیرہ کو تو مانے لیکن اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور اس کے رسول کی شریعت پر عمل نہ کرے۔ یا کچھ پر عمل کرے اور کچھ میں اپنی من مانی کرے۔

آیت نمبر (89)

﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ

كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

256

| ج ی ء |

(ض) جِیْئَةً: (۱) آنا (لازم)۔ (۲) جَآءَ بِهٖ کسی کے ساتھ آنا یعنی لانا (متعدی)۔ (۳) کوئی کام کرنا۔ ﴿ وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ﴾ (17/بنی اسرائیل:81) ''اور آپؐ کہیے حق آیا اور باطل مٹا۔'' ﴿مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى ﴾ (6/الانعام:91) ''کس نے اتارا کتاب کو جو لائے موسیٰؑ۔'' ﴿ لَقَدْ جِئْتِ شَیْئًا فَرِیًّا ﴿۲۷﴾﴾ (19/مریم:27) ''بے شک آپ نے کیا ہے ایک حیران کن چیز یعنی کام۔''

جِیْءَ: فِیْلَ کے وزن پر ماضی مجہول ہے۔ لایا گیا۔ ﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ﴾ (39/الزمر:69) ''اور رکھی جائے گی کتاب اور لائے جائیں گے انبیاء اور گواہ۔''

(افعال) اِجَاءَةً: کسی کو لانا۔ ﴿ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ﴾ (19/مریم:23) ''تو لایا اس کو دردِ زہ کھجور کے تنے کی طرف۔''

| ع ر ف |

(ض) عِرْفَانًا: کسی کو پہچاننا۔ کسی کی مہک پانا (مہک بھی پہچان کا ذریعہ ہے)۔ ﴿ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ﴾ (2/البقرہ:146) ''وہ لوگ ہمیں نے دیا جن کو کتاب، وہ لوگ پہچانتے ہیں اس کو جیسے وہ پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو۔''

مَعْرُوْفٌ: اسم المفعول ہے۔ پہچانا ہوا۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ پھر دو معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) دستوار اور رواج کے مطابق کام کیونکہ عام لوگ اس سے واقف ہوتے ہیں۔ (۲) نیکی کیونکہ انسانی فطرت اسے پہچانتی ہے۔ ﴿وَ مَنْ كَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ﴾ (4/النساء:6) ''اور جو فقیر ہو تو اسے چاہیے کہ وہ کھائے دستور کے مطابق۔'' ﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَیْرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ (3/آل عمران:104) ''اور چاہیے کہ ہو تم میں ایک جماعت، وہ بلاتی ہو بھلائی کی طرف اور ترغیب دیتی ہو نیکی کی۔''

عُرْفٌ: اسم ذات ہے۔ پہچان۔ خوشبو۔ پھر ثابت شدہ باتوں یعنی نیکی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ﴿وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۱۹۹﴾﴾ (7/الاعراف:199) ''اور ترغیب دو نیکی کی اور اعراض کرو جاہلوں سے۔''

اَلْاَعْرَافُ: دوزخ اور جنت کے درمیان ایک مقام ہے۔ ﴿وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِیْمٰهُمْ ۚ﴾ (7/الاعراف:46) ''اور اعراف پر لوگ ہوں گے، وہ پہچانیں گے سب کو ان کی نشانی سے۔''

عَرَفَاتٌ: میدانِ عرفات جہاں حج کے دن قیام ہوتا ہے۔ ﴿ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ ﴾ (2/البقرہ:198) ''تو جب تم لوگ پلٹو عرفات سے۔''

(تفعیل) تَعْرِیْفًا: (۱) کسی کو کسی کی پہچان کرانا۔ تعارف کرانا۔ (۲) کسی کو خوشبودار بنانا۔ خوشبو میں بسانا۔ ﴿ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ﴾ (66/التحریم:3) ''انہوں نے تعارف کرایا اس کے بعض کا اور اعراض کیا بعض سے۔''

﴿ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴾ (47/محمد:6) ''اور وہ داخل کرے گا ان کو اس جنت میں، اس نے خوشبو میں بسایا جس کو ان کے لیے''۔

256

(تفاعل) تَعَارُفًا باہم ایک دوسرے کو پہچاننا۔ ﴿ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ﴾ (10/یونس:45) ''ایک دوسرے کو پہچانیں گے آپس میں''۔

(افتعال) اِعْتِرَافًا اہتمام سے پہچاننا۔ پھر زیادہ تر کسی بات کا اقرار کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ ﴿ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا ﴾ (40/مومن:11) ''تو ہم نے اقرار کیا اپنے گناہوں کا''۔

ترکیب

لَمَّا حرف شرط ہے۔ جَآءَ سے مَعَهُمْ تک جملۂ شرطیہ ہے۔ اس کا جواب شرط اَنْکَرُوْهُ محذوف ہے۔ جَآءَ فعل اور هُمْ اس کا مفعول ہے۔ كِتٰبٌ موصوف اور مُصَدِّقٌ اسم الفاعل اس کی صفت ہے۔ كِتٰبٌ مُصَدِّقٌ مرکب توصیفی بن کر جَآءَ کا فاعل ہے۔ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اور لِمَا مَعَهُمْ متعلقات ہیں۔ وَكَانُوْا کا واؤ حالیہ ہے۔ كَانُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ ماضی استمراری ہے۔ فَلَمَّا حرف شرط ہے۔ جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا جملۂ شرط ہے اور كَفَرُوْا بِهٖ جواب شرط ہے۔

ترجمہ

وَلَمَّا	جَآءَهُمْ	كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ	لِّمَا
اور جب	آئی ان کے پاس	اللہ کے پاس سے ایک تصدیق کرنے والی کتاب	اس کی جو

مَعَهُمْ	وَ	كَانُوْا	مِنْ قَبْلُ	يَسْتَفْتِحُوْنَ	عَلَى الَّذِيْنَ
ان کے ساتھ ہے	اس حال میں کہ	وہ لوگ	اس سے پہلے	فتح مانگا کرتے تھے	ان پر جنہوں نے

كَفَرُوْا	فَلَمَّا	جَآءَهُمْ	مَّا	عَرَفُوْا	كَفَرُوْا بِهٖ
کفر کیا	تو جب	آیا ان کے پاس	وہ جس کو	انہوں نے پہچانا	تو انہوں نے انکار کیا اس کا

فَلَعْنَةُ اللّٰهِ	عَلَى الْكٰفِرِيْنَ
تو اللہ کی رحمت سے دوری ہے	انکار کرنے والوں پر

نوٹ۔1

تورات اور انجیل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کی جہاں اور نشانیاں درج تھیں وہیں ان کی فتح و نصرت کی خبر بھی تھی۔ اس بنا پر مدینہ میں آباد یہودی قبائل دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! اب تو اپنے آخری نبیؐ کو بھیج دے تاکہ ہم کو کافروں پر فتح حاصل ہو۔

نوٹ۔2

مدینہ میں آباد یہودی قبائل کے علم اور دانائی کی داد دینی پڑتی ہے کہ تورات میں دی گئی نشانیوں کی مدد سے وہ ٹھیک اس جگہ آکر بیٹھ گئے تھے جہاں اللہ کے آخری نبی ﷺ نے تشریف فرما ہونا تھا۔ ایسے لوگوں کے لیے یہ خیال کرنا کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور قرآن مجید کو پہچاننے میں کوئی مشکل پیش آئی، ایک بے معنی بات ہے۔ سیرت میں درج متعدد واقعات سے اس کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ انہیں پہچاننے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ اس ضمن میں بی بی صفیہؓ کے والد اور ان کے چچا کے درمیان مکالمہ، میرے علم کی حد تک، حرفِ آخر ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ انہوں نے انکار کیوں کیا؟ اس کا جواب اگلی آیت میں آرہا ہے۔

آیت نمبر (90)

256

﴿ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٩٠﴾ ﴾

ب ء س

(س۔ک)	بَاْسًا	کسی چیز کا مضبوط ہونا۔ سخت ہونا۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں زیادہ تر دو معانی میں آیا ہے۔ (۱) فقر وفاقہ کی حالت کا سخت ہونا۔ (۲) جنگ کا سخت ہونا۔ ثلاثی مجرد سے فعل قرآن مجید میں استعمال نہیں ہوا۔
	بَاْسٌ	ج بَاْسَاءُ۔ اسم ذات ہے۔ سختی۔ ﴿ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ؕ ﴾ (2/البقرہ: 177) ''اور ڈٹے رہنے والے فقر وفاقہ کی سختیوں میں اور جسمانی تکالیف میں اور گھمسان کی جنگ کے وقت۔''
	بَآئِسٌ	فَاعِلٌ کا وزن ہے۔ سخت ہونے والا۔ صفت کے طور پر آتا ہے۔ سخت۔ شدید۔ ﴿ وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿٢٨﴾ ﴾ (22/الحج: 28) ''اور تم لوگ کھلاؤ انتہائی محتاج کو۔''
	بَئِيْسٌ	فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ ہمیشہ اور ہر حال میں سخت۔ شدید ﴿ وَ اَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ ﴾ (7/الاعراف: 165) ''اور ہم نے پکڑا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا، ایک شدید عذاب میں۔''
	بِئْسَ	ذم یعنی مذمت کرنے کا لفظ ہے۔ کیا ہی برا۔ کتنا برا۔ ﴿ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٢٠٦﴾ ﴾ (2/البقرہ: 206) ''تو کافی ہے اس کو جہنم اور یقیناً وہ بہت برا بچھونا ہے۔''
(افتعال)	اِبْتِئَاسًا	سخت غمگین ہونا۔ دل برداشتہ ہونا۔
	لَا تَبْتَئِسْ	فعل نہی ہے۔ تو دل برداشتہ مت ہو۔ ﴿ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٦﴾ ﴾ (11/ھود: 36) ''پس آپؐ دل برداشتہ نہ ہو اس سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔''

ب غ ی

(ض)	بَغْيًا	کسی چیز کی چاہت یا طلب میں حد سے بڑھ جانا۔ اس طرح یہ دو معانی میں آتا ہے۔ (۱) چاہنا۔ طلب کرنا۔ (۲) زیادتی کرنا۔ سرکشی کرنا۔ ﴿ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ ﴾ (49/الحجرات: 9) ''پس اگر زیادتی کرے دو میں کی ایک جماعت دوسری پر تو تم لوگ جنگ کرو اس سے جو زیادتی کرتی ہے۔'' ﴿ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ؕ ﴾ (6/الانعام: 164) ''آپؐ کہئے کیا اللہ کے سوا کسی کو میں چاہوں بطور رب کے حالانکہ وہ ہر ایک چیز کا رب ہے۔''
	بَاغٍ	فَاعِلٌ کے وزن پر اسم الفاعل ہے۔ سرکشی کرنے والا۔ چاہنے والا۔ ﴿ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ

﴿لَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۱۵﴾﴾ (16/النحل:115) ''پس جو لاچار ہوا، نہ خواہش کرنے والا اور نہ حد سے بڑھنے والا، تو یقیناً اللہ غفور و رحیم ہے۔''

256

بَغْیٌ — اسم ذات ہے۔ چاہت۔ زیادتی۔ ﴿یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغۡیُکُمۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ ۙ﴾ (10/یونس:23) ''اے لوگو! کچھ نہیں سوائے اس کے کہ تم لوگ کی زیادتی تمہارے اپنے آپ پر ہے۔''

بَغِیٌّ — اسم نسبت ہے۔ چاہت والا۔ زیادتی والا۔ ﴿وَّ مَا کَانَتۡ اُمُّکِ بَغِیًّا ﴿ۖ۲۸﴾﴾ (19/مریم:28) ''اور نہ تھیں آپ کی والدہ زیادتی والی۔''

(افتعال) **اِبْتِغَاءً** — اہتمام سے چاہنا۔ جستجو کرنا۔ ﴿فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡعٰدُوۡنَ ۚ﴿۷﴾﴾ (23/المؤمنون:7) ''پس جس نے چاہا اس سے آگے تو وہ لوگ ہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔'' ﴿وَ اٰخَرُوۡنَ یَضۡرِبُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ یَبۡتَغُوۡنَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ ۙ﴾ (73/المزمل:20) ''اور دوسرے ہیں، وہ لوگ پھرتے ہیں زمین میں، تلاش کرتے ہیں اللہ کے فضل میں سے یعنی روزی تلاش کرتے ہیں۔''

اِبْتَغِ — فعل امر ہے۔ تو طلب کر۔ تو تلاش کر۔ ﴿وَ ابۡتَغِ فِیۡمَاۤ اٰتٰىکَ اللّٰہُ الدَّارَ الۡاٰخِرَۃَ وَ لَا تَنۡسَ نَصِیۡبَکَ مِنَ الدُّنۡیَا﴾ (28/القصص:77) ''اور تو جستجو کر، اس میں سے جو دیا تجھ کو اللہ نے، آخرت کے گھر کی اور تو مت بھول اپنا حصہ دنیا میں سے۔''

(انفعال) **اِنْبِغَاءً** — نرم و آسان ہونا۔ مقام و رتبہ میں شایانِ شان ہو۔ ﴿وَ مَا عَلَّمۡنٰہُ الشِّعۡرَ وَ مَا یَنۡۢبَغِیۡ لَہٗ ؕ﴾ (36/یٰسٓ:69) ''اور ہم نے نہیں سکھایا ان کو شعر کہنا اور وہ شایانِ شان نہیں ہوتا ان کے لیے۔''

ھ و ن

(ن) **ھَوْنًا** — (۱) نرم و آسان ہونا۔ (۲) ذلیل و رسوا ہونا۔

ھَوْنٌ — اسم ذات ہے۔ نرمی۔ ﴿وَ عِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ ہَوۡنًا﴾ (25/الفرقان:63) ''اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر نرمی سے۔''

ھُوْنٌ — اسم ذات ہے۔ ذلت۔ رسوائی۔ ﴿اَلۡیَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ عَذَابَ الۡہُوۡنِ﴾ (6/الانعام:93) ''آج تم لوگوں کو بدلہ دیا جائے گا ذلت کے عذاب سے۔''

ھَیِّنٌ — صفت ہے۔ ہلکا۔ آسان۔ ﴿قَالَ رَبُّکِ ہُوَ عَلَیَّ ہَیِّنٌ ۚ﴾ (19/مریم:21) ''کہا آپ کے رب نے یہ مجھ پر آسان ہے۔''

اَھْوَنُ — اَفْعَلُ التَّفضیل ہے۔ زیادہ آسان۔ سب سے آسان۔ ﴿وَ ہُوَ الَّذِیۡ یَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ وَ ہُوَ اَہۡوَنُ عَلَیۡہِ ؕ﴾ (30/الروم:27) ''اور وہ ہے جس نے ایجاد کیا پیدائش کو پھر وہ لوٹائے گا اس کو اور یہ زیادہ آسان ہے اس پر۔''

(افعال) **اِھَانَۃً** — ذلیل کرنا۔ رسوا کرنا۔ ﴿فَیَقُوۡلُ رَبِّیۡۤ اَہَانَنِ ﴿ۚ۱۶﴾﴾ (89/الفجر:16) ''تو وہ کہتا ہے میرے رب نے رسوا کیا مجھ کو۔''

مُھِیْنٌ — اسم الفاعل ہے۔ ذلیل کرنے والا۔ رسوا کرنے والا۔ ﴿وَ اَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابًا مُّہِیۡنًا ﴿ۚ۳۷﴾﴾ (4/النساء:37) ''اور ہم نے تیار کیا کافروں کی لیے ایک ذلیل کرنے والا عذاب۔''

مُهَانٌ — اسم المفعول ہے۔ ذلیل کیا ہوا۔ ﴿وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا﴾ (25 / الفرقان: 69) ''اور وہ ہمیشہ رہے گا اس میں ذلیل کیا ہوا۔''

256

ترکیب

بِئْسَ لفظ ذم ہے اور اس کے ساتھ مَا موصولہ ہے۔ اَنْفُسَهُمْ مفعول بنفسہ ہے یعنی جو خریدا۔ جس کے بدلے خریدا، اس کے لیے بِهٖ آیا ہے۔ اس میں ہٖ کی ضمیر مَا کے لیے ہے اور اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ پورا جملہ مَا کا صلہ ہے بَغْيًا حال ہے۔ اَنْ يُّنَزِّلَ سے مِنْ عِبَادِهٖ تک پورا جملہ بَغْيًا کا سبب ہے اور فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ اس کا نتیجہ ہے۔ لِلْكٰفِرِيْنَ قائم مقام خبر مقدم ہے اور مرکب توصیفی عَذَابٌ مُّهِيْنٌ مبتداء مؤخر نکرہ ہے۔

ترجمہ

اَنْ يَّكْفُرُوْا	اَنْفُسَهُمْ	بِهٖٓ	اشْتَرَوْا	بِئْسَمَا
کہ وہ لوگ انکار کرتے ہیں	اپنے نفس کو	جس کے بدلے	انہوں نے خریدا	کتنا برا ہے وہ

مِنْ فَضْلِهٖ	اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ	بَغْيًا	اَنْزَلَ اللّٰهُ	بِمَآ
اپنے فضل میں سے	کہ اللہ اتارتا ہے	سرکشی کرتے ہوئے	اللہ نے اتارا	اس کا جسے

بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ	فَبَآءُوْ	مِنْ عِبَادِهٖ	يَّشَآءُ	عَلٰى مَنْ
غضب پر غضب کے ساتھ	پس وہ لوگ لوٹے	اپنے بندوں میں سے	وہ چاہتا ہے	جس پر

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ	وَلِلْكٰفِرِيْنَ
ایک ذلیل کرنے والا عذاب ہے	اور کافروں کے لیے

نوٹ۔1

استادِ محترم پروفیسر حافظ احمد یار صاحب مرحوم کے جو لیکچر کیسٹ میں ریکارڈ کیے گئے ہیں اس میں حافظ صاحب نے اس آیت کے لفظ ''بَآءُوْ'' کے املا پر کوئی بات نہیں کی ہے۔ اس لیے اس کے املا کو چیک کرنے کے لیے متعدد نسخے دیکھے۔ تدبر قرآن اور معارف القرآن میں اسے واو الجمع کے الف کے ساتھ یعنی بَآءُوْا لکھا گیا ہے۔ جبکہ ابنِ کثیرؒ، احمد رضا خان صاحب، شیخ الہندؒ، مولانا فتح محمد جالندھری اور پکتھال کے نسخوں میں یہ الف کے بغیر یعنی بَآءُوْ لکھا ہے۔ فیصلہ کرنے کے لیے سعودی عرب سے شائع شدہ نسخہ دیکھا۔ اس میں بھی یہ الف کے بغیر ہے۔ چنانچہ اس سند پر ہم نے بھی بَآءُوْ لکھا ہے۔

نوٹ۔2

اس آیت میں مذکور جس جرم کی بناء پر بنواسرائیل اللہ تعالیٰ کے غضب کے سزاوار ہوئے، اس کی نوعیت کو صحیح طرح سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ لفظ فضل کا پورا مفہوم ہمارے ذہن میں واضح ہو۔

آیت نمبر (2 / البقرہ: 47) کی لغت میں آپ کو بتایا گیا ہے کہ جو چیز حق سے زیادہ ہو اسے فضل کہتے ہیں۔ مثلاً

ہوٹل میں کھانے کے بعد ہم جو بل ادا کرتے ہیں وہ کھانے کی اجرت یعنی اجر ہے۔ پھر بیرے کو جو ٹپ دیتے ہیں وہ فضل ہے۔ بل

ہم حساب کتاب سے ادا کرتے ہیں اور ٹپ بغیر حساب دیتے ہیں۔ اس ضمن میں اہم تر بات یہ ہے کہ ٹپ بیرے کا حق نہیں ہوتا بلکہ یہ کلیتہً دینے والے کی مرضی پر منحصر ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس علیم اور حکیم ہستی کی مرضی بھی علم اور حکمت کے ساتھ ہوتی ہے۔[256]

اب نوٹ کریں کہ آیت زیرِ مطالعہ میں یہی بتایا گیا ہے کہ فضل اللہ کا تھا۔ دینے والا بھی اللہ تھا۔ اس نے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہا دیا۔ اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔ اور اگر کوئی اعتراض کرے گا تو وہ اللہ کے غضب کو دعوت دے گا۔ لیکن بنو اسرائیل نے یہ اعتراض کیا کہ نبوت و رسالت تو ان کا خاندانی ورثہ ہے، یہ نعمت بنو اسمٰعیل کو کیوں دی گئی؟ اس لیے انہوں نے جانتے بوجھتے قرآن مجید کو کلام اللہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رسول اللہ ماننے سے انکار کیا اور اللہ کے غضب کو دعوت دی۔

یہودیوں کو بحیثیت مجموعی اس بات کا رنج تو تھا کہ یہ نعمت ان کی نسل سے چھن گئی۔ لیکن مدینہ میں آباد یہودیوں کے لیے صدمے کا ایک اضافی پہلو بھی تھا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ تورات میں دی گئی نشانیوں کی مدد سے یہودی وہ جگہ کیوں تلاش کر رہے تھے جہاں اللہ کے آخری نبیؐ کا ظہور ہونا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ وہ نبی آسمان سے نہیں اترے گا بلکہ اس جگہ پر آباد لوگوں میں سے کسی شخص کے سر پر یہ تاج رکھا جائے گا۔ اس لیے ان کی کوشش تھی کہ وہ اس جگہ پر جا کر آباد ہو جائیں تاکہ ان کے علماء میں سے یا ان کی اولاد میں سے کسی کو یہ سعادت حاصل ہو جائے۔ مدینہ کے یہودی علماء کو جب پتہ چلا کہ وہ بالکل ٹھیک جگہ پر آ کر آباد ہوئے تھے لیکن پھر بھی محروم رہے تو اس صدمہ نے نہ صرف انہیں بے حال کر دیا بلکہ وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ اِلا ماشاء اللہ۔

نوٹ۔3

اب سوال یہ ہے کہ آج کے دور میں ہمارے لیے اس آیت میں کیا راہنمائی ہے؟ اس ضمن میں یہ نوٹ کریں کہ نبوت و رسالت کا دروازہ تو یقیناً بند ہو چکا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ شائد اسی حقیقت کو اجاگر کرنے کے لیے اس آیت میں جب یہودیوں کے انکار کا ذکر کیا گیا تو بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ کے الفاظ آئے ہیں۔ اس میں نَزَلَ کے لیے ماضی کا صیغہ آیا ہے اور وہ بھی باب افعال میں، جس میں کام کو ایک مرتبہ کرنے کا مفہوم ہوتا ہے۔ لیکن جب ان کے انکار کی وجہ بیان کی گئی تو اَنۡ یُّنَزِّلَ اللّٰہُ کے الفاظ آئے ہیں۔ اس میں نَزَلَ کے لیے مضارع کا صیغہ آیا ہے اور وہ بھی باب تفعیل میں، جس میں کام کے تسلسل کا مفہوم ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو اللہ کی سنت ہے جس کا سلسلہ جاری رہے گا۔

اس حوالہ سے اب یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ آج بھی جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی کو اپنے فضل میں سے کچھ دیتا ہے تو اس بندے سے یا اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کرنا تو دور کی بات ہے، اگر ہم نے دل میں یہ رنجش اور کدورت بھی رکھی کہ یہ اللہ نے کیا کیا؟ یہ چیز اسے کیوں دی؟ مجھے کیوں نہیں دی یا فلاں کو کیوں نہیں دی؟ تو یہ اللہ کے غضب کو دعوت دینے والی بات ہے۔ اس بات کو ہمارے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس طرح سمجھایا ہے کہ حسد کرنے والے کی نیکیوں کو حسد اس طرح کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو۔

آیت نمبر (2/البقرہ: 91)

256

﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۗ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩١﴾ ﴾

و ر ی

(ض) وَرْيًا — کسی چیز کا کسی چیز کے پیچھے چھپا ہوا ہونا۔ چقماق سے چنگاری نکلنا۔ آگ جلنا۔

وَرَاءُ — ظرف ہے اور زیادہ تر مضاف بن کر آتا ہے۔ جیسے فَوْقَ، تَحْتَ، عِنْدَ وغیرہ ہیں۔ (۱) پیچھے۔ بعد۔ (۲) سوا۔ علاوہ۔ ﴿ فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ﴾ (33/الاحزاب: 53) ''تو تم لوگ مانگو ان سے پردے کے پیچھے سے۔'' ﴿ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿٧١﴾ ﴾ (11/ھود: 71) ''تو ہم نے خوشخبری دی انہیں اسحاقؑ کی اور اسحاقؑ کے بعد یعقوبؑ کی۔'' ﴿ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿ۚ٧﴾ ﴾ (23/المؤمنون: 7) ''پس جو چاہے اس کے سوا تو وہ لوگ ہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔''

(افعال) اِيْرَاءً — آگ کو جلانا۔ ﴿ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿ؕ٧١﴾ ﴾ (56/الواقعہ: 71) ''تو کیا تم لوگوں نے دیکھا اس آگ کو جو تم لوگ جلاتے ہو۔''

(مفاعلہ) مُوَارَاةً — کسی سے کسی چیز کو چھپانا۔ ﴿ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ ﴾ (7/الاعراف: 26) ''ہم نے اتارا ہے تم پر لباس، وہ چھپاتا ہے تمہاری ستر کو۔''

(تفاعل) تَوَارٍ — باہم ایک دوسرے سے چھپنا۔ ﴿ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ ﴾ (16/النحل: 59) ''وہ چھپتا ہے لوگوں سے۔''

ترکیب

قَالُوْا کے بعد نُؤْمِنُ جمع متکلم کا صیغہ بتا رہا ہے کہ ان کے قول کو DIRECT TENSE میں نقل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد وَيَكْفُرُوْنَ میں غائب کا صیغہ بتا رہا ہے کہ یہ ان کے قول پر تبصرہ ہے اور اس کا واؤ حالیہ ہے۔ وَهُوَ الْحَقُّ بھی تبصرہ ہے اور اس کا واو بھی حالیہ ہے۔ اَلْحَقُّ پر لام جنس ہے۔ مُصَدِّقًا اسم الفاعل ہے اور حال ہونے کی وجہ سے نصب میں ہے۔ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ مضارع ہے لیکن اس کے آگے مِنْ قَبْلُ آیا ہے۔ اس لیے اس کا ترجمہ ماضی استمراری میں ہوگا۔

ترجمہ

وَاِذَا	قِيْلَ لَهُمْ	اٰمِنُوْا	بِمَآ	اَنْزَلَ اللّٰهُ	قَالُوْا
اور جب کبھی	کہا جاتا ہے ان سے	تم لوگ ایمان لاؤ	اس پر جو	اتارا اللہ نے	تو وہ لوگ کہتے ہیں

نُؤْمِنُ	بِمَآ	اُنْزِلَ	عَلَيْنَا	وَ	يَكْفُرُوْنَ
ہم ایمان لاتے ہیں	اس پر جو	اتارا گیا	ہم پر	درآں حالیکہ	وہ لوگ انکار کرتے ہیں

بِمَا	وَرَآءَهٗ ۗ	وَ	هُوَ	الْحَقُّ	مُصَدِّقًا
اس کا جو	اس کے بعد ہے	حالانکہ	وہ	کل کا کل حق ہے	تصدیق کرنے والا ہوتے ہوئے

لِمَا	مَعَهُمْ	قُلْ	فَلِمَ	تَقْتُلُوْنَ	اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ
اس کی جو	ان کے ساتھ ہے	آپؐ پوچھئے	تو پھر کیوں	تم لوگ قتل کیا کرتے تھے 256	اللہ کے نبیوں کو

مِنْ قَبْلُ	اِنْ كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ
اس سے پہلے	اگر تم لوگ ہو	ایمان لانے والے

نوٹ۔1

وَرَاءَ کے معنی میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ المنجد نے اسے مادہ ''و ر ء'' کے تحت دیا ہے۔ جبکہ مفردات اور معجم میں اسے مادہ ''و ر ی'' کے تحت دیا ہے۔

نوٹ۔2

اس آیت میں اہم بات یہ ہے کہ اہل کتاب کے قول کو نقل کیا گیا کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر اتارا گیا یعنی تورات اور انجیل۔ جبکہ ان کی حالت یعنی ان کا عمل یہ ہے کہ وہ لوگ اس کا انکار کرتے ہیں جو اس کے بعد ہے یعنی جو تورات اور انجیل کے بعد اتارا گیا ہے یعنی قرآن مجید۔ بات کہنے کا یہ جو انداز ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی تورات یا انجیل پر واقعی ایمان رکھتا تھا تو اس کے لیے قرآن مجید کا انکار کرنا ممکن نہیں تھا۔ اور اگر کوئی قرآن مجید کا انکار کرنے والا تورات یا انجیل پر ایمان کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا دعویٰ غلط ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید دراصل تورات اور انجیل کا تسلسل اور تتمہ ہے۔ نیز یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تک تورات اور انجیل میں جو نشانیاں موجود تھیں ان پر ایمان رکھنے والوں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور قرآن مجید کو پہچاننا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انکار کرنے والے یہود و نصاریٰ کے علماء نے پہچاننے کے بعد انکار کیا۔ اس طرح تورات اور انجیل پر اپنے زبانی دعوے کی انہوں نے اپنے عمل سے تکذیب کی۔ بی بی صفیہؓ کے والد اور چچا کا مکالمہ، نجران کے عیسائی وفد کا مباہلہ سے کنی کترانا، ہرقل کا ایمان لانے کی خواہش کے باوجود محروم رہنا اور اس طرح کے متعدد واقعات اس بات کا واضح ثبوت ہیں۔ ضمنی طور پر نوٹ کر لیں کہ سلطنت روما کی بادشاہت قبول کرنے سے پہلے ہرقل کا شمار عیسائیوں کے چوٹی کے عالمِ دین میں ہوتا تھا۔

دوسری طرف تورات اور انجیل پر حقیقی ایمان رکھنے والے یہود و نصاریٰ کے علماء نے اسلام قبول کیا۔ یہودیوں میں اس کی واضح مثال حضرت عبداللہ بن سلامؓ کی ہے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ پہنچتے ہی اسلام قبول کیا۔ عیسائیوں میں اس کی مثال حبشہ کے شاہ نجاشی کی ہے جن کے انتقال پر مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھائی تھی۔

آیت نمبر (2/ البقرہ:92)

﴿ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿٩٢﴾ ﴾

ترکیب

جَآءَ کا فاعل موسیٰ ہے۔ اَلْبَيِّنٰتِ صفت ہے اور اس کا موصوف اَلْاٰيَاتِ محذوف ہے۔ پورا مرکب توصیفی اس طرح ہوتا۔ بِالْاٰيَاتِ الْبَيِّنٰتِ۔ فعل اِتَّخَذْتُمْ کا مفعول اوّل اَلْعِجْلَ ہے جبکہ اس کا مفعول ثانی اِلٰهًا محذوف ہے۔

مِنۢ بَعۡدِهٖ میں ہٖ کی ضمیر موسیٰؑ کے لیے ہے۔

ترجمہ

وَلَقَدۡ جَآءَ	كُمۡ	مُّوسٰی	بِالۡبَيِّنٰتِ	ثُمَّ اتَّخَذۡتُمُ
اور آچکے ہیں	تمہارے پاس	موسیٰؑ	واضح (نشانیوں) کے ساتھ	پھر تم لوگوں نے بنایا

الۡعِجۡلَ	مِنۢ بَعۡدِهٖ	وَاَنۡتُمۡ	ظٰلِمُوۡنَ
بچھڑے کو (الٰہ)	انؑ کے بعد	اور تم لوگ	ہو (ہی) ظلم کرنے والے

السلام وعلیکم رحمۃ اللہ وبرکاۃ

اللہ تعالیٰ ہم سب کی یہ سعی قبول فرمائے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔جس جس نے بھی اس کار خیر میں مال، جان اور صلاحیتوں کو لگایا اللہ قبول ومنظور فرمائے

انجمن خدام القرآن فیصل آباد میں اس کے فوٹو کاپی بھی دستیاب ہیں اور محترم ڈاکٹر جہاں زیب صاحب کے اس کتاب میں اضافہ جات کے ساتھ مطالعہ قرآن حکیم کے نام سے دستیاب ہیں

رابطہ کے لئے: www.khuddam-ul-quran.com, info@khuddam-ul-quran.com

03217805614,0412437618,0412437781

قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 کینال روڈ فیصل آباد